مغفرتِ الٰہی کے نظارے

ایک مرتبہ مغفرتِ الٰہی کے مضمون پر غور کر رہا تھا اور اس کے مختلف پہلوؤں کو سوچ کر لطف اٹھا رہا تھا کہ میرے ذہن پر ایک ربودگی طاری ہوگئی اور بعض ایسے نظارے نظر کے سامنے سے گزرے جن کے ساتھ میرے اس مضمون کا تعلق ہے۔ اب خواہ ان معاملات کو دماغی تصور سمجھ لیں، خواہ خیالات کی رو خواہ نیم مکاشفہ کی حالت اس کا کوئی اثر اصل بات پر نہیں پڑتا۔ فرق صرف اتنا ہے کہ ایک علمی بات معنوی حالت سے ایک صوری شکل پکڑ گئی ورنہ مطلب اور حقیقت دراصل ایک ہی ہے۔

کیا دیکھتا ہوں کہ ایک میدان میں ایک عظیم الشان دروازہ، جیسا کہ شادی بیاہ وغیرہ کی تقریبوں میں نصب کیا ہے، مجھ سے کچھ فاصلہ پر لگا ہوا ہے، نزدیک گیا تو اس کے اوپر نہایت خوبصورت حروف میں لکھا ہوا تھا:۔

كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ (الرحمٰن: ۳۰)

ترجمہ:۔ وہ ہر وقت ایک نئی حالت میں ہوتا ہے۔

اور اس بڑے دروازے کے دونوں طرف بھی عجیب و غریب قطعات لگے ہوئے تھے، کسی پر لکھا تھا۔

نَبِّئْ عِبَادِيْٓ اَنِّيْٓ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ (الحجر: ۵۰)

ترجمہ:۔(اے پیغمبر!) میرے بندوں کو آگاہ کر دے کہ میں بہت ہی بخشنے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہوں۔

اور کسی پر۔

إِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ (النجم: ۳۲)

ترجمہ: تیرا رب بڑی وسیع مغفرت والا ہے۔

کہیں یہ لکھا تھا۔

يَغْفِرُ لِمَنْ يَشَاءُ (آل عمران: ۱۳۰)

ترجمہ: وہ جسے چاہتا ہے بخش دیتا ہے۔

کسی جگہ یہ تحریر تھا۔

إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ (الزمر: ۵۴)

ترجمہ: اللہ سب گناہ بخش دیتا ہے۔ وہ بخشنے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔

کسی جگہ۔

يَدْعُوكُمْ لِيَغْفِرَ لَكُمْ مِنْ ذُنُوبِكُمْ (ابراہیم: ۱۱)

ترجمہ: وہ تمہیں اس لئے بلا رہا ہے تاکہ وہ تمہارے گناہوں میں سے بعض بخش دے۔

اور کہیں۔

وَمَنْ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا اللَّهُ وقف (آل عمران: ۱۳۶)

ترجمہ: اور اللہ کے سوا کون قصور معاف کر سکتا ہے۔

غرض دونوں طرف مغفرت کے متعلق بیسیوں خوبصورت قطعات لکھے ہوئے تھے۔

میدان حشر

میں نے بعض لوگوں کو اس دروازہ پر بطور پہرہ داروں کے معلق دیکھا اور خیال کیا کہ

شاید یہ فرشتے ہیں، اور ان سے پوچھا کہ کیا میں اندر جا سکتا ہوں۔

انہوں نے کہا " ہاں، آج اللہ تعالیٰ کی مغفرت کے پُر زور مظاہرے ہو رہے ہیں۔ بیشک جاؤ اور دیکھ لو۔ مگر تمہارے ساتھ ایک سرکاری چوکیدار کا ہونا ضروری ہے۔"

یہ کہہ کر ان کے افسر نے اس جماعت میں سے ایک کو میرے ساتھ کر دیا، اور کہا کہ ان کا نام غفران ہے، یہ تمہارے ہمراہ رہ کر تمہیں میدان حشر کی سیر کرائیں گے، اس دوران میں تم استغفار پڑھتے رہنا اور کسی بات کو دیکھ کر اعتراض نہ کرنا۔

یہ سُن کر جونہی میں نے اس صحرائے محشر کی طرف قدم بڑھائے تو فرشتہ غفران نے میرا بازو پکڑ لیا۔ بازو پکڑتے ہی میں اور وہ دونوں گویا اُڑنے لگے، اور یوں معلوم ہوتا تھا کہ جہاں اور جدھر ہم جانا چاہتے ہیں، پل جھپکنے میں جا پہنچتے ہیں۔ چلتے چلتے دیکھتا ہوں کہ جہاں تک نظر کام کرتی ہے انسان ہی انسان ہیں، مگر سب کے سب برہنہ۔ سوائے بعض خاص خاص کے جو کپڑے پہنے ہوئے ہیں۔ ایک ٹولی یہاں ہے تو دوسری وہاں ہر جگہ جھگھٹے لگے ہیں اور ہر جھگھٹے اور مجمع کے درمیان ایک ترازو یعنی میزان نصب ہے۔ اسی طرح جہاں تک نظر کام کرتی تھی یا تو انسان نظر آتے تھے یا میزانیں تھیں یا فرشتے۔ مگر کیا مجال جو ذرا بھر بھی غل یا شور ہو۔ یوں معلوم ہوتا تھا گویا مُردے کھڑے ہیں اور سوائے اس کے جسے بولنے کی اجازت ہو۔ کوئی لفظ کسی کے منہ سے نہ نکلتا تھا۔ ہاں یا غفور یا ستار یا غفار کے الفاظ ہر طرف سے نہایت دھیمی آواز میں سُنائی دیتے تھے اور کبھی کبھی جب کسی کی آواز ناواجب طور پر بلند ہو جاتی تو معاً ایک طرف سے بگل بجتا سنائی دے جاتا۔

وَخَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ فَلَا تَسْمَعُ اِلَّا هَمْسًا (طٰہٰ:۱۰۹)

ترجمہ:۔ اور رحمٰن (خدا کی آواز) کے مقابلہ میں (انسانوں کی) آوازیں دب جائیں گی پس تو سوائے کھسر پھسر کے کچھ نہ سُنے گا۔

جس پر ایک ایسا سکوت طاری ہو جاتا، جیسا آدھی رات کے وقت قبرستانوں میں ہوا کرتا ہے۔

عرشِ عظیم

غرض ایسے نظارے دیکھتے ہوئے ہم آگے بڑھے، اور جہاں بھی پہنچے، یہی حال دیکھا، حتیٰ کہ میں تقریباً تھک گیا، اتنے میں غفران نے کہا کہ وہ سامنے عرش عظیم ہے۔ میں نے نظر اُٹھائی تو سوائے ایک روشنی اور نور کے کچھ نظر نہ آیا۔ مگر خود بخود اس قدر دہشت اور رعب اس طرف نظر کر کے مجھ پر طاری ہوا کہ میری گھگھی بندھ گئی۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اس لاانتہا میدان میں یہ مقام ہر جگہ سے یکساں قریب نظر آتا ہے، اور وہاں کے احکام ہر شخص کو ایسے ہی صاف سنائی دیتے ہیں گویا وہ ہمارے سامنے اور بالکل پاس ہی ہے۔ بے انتہا فرشتے، اس جگہ کے گرد چکر لگا رہے تھے۔ کوئی گروہ یہ کہہ رہا تھا۔

اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْتَغْفِرُكَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

اور کوئی یہ کہ

رَبَّنَا اغْفِرْ مَنْ فِي الْاَرْضِ

اور کوئی رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ (المومنون: ۱۱۹)

ترجمہ: اے میرے رب! معاف کر، اور رحم کر

کا ورد کر رہا تھا۔

کوئی یَا غَفُوْرُ الرَّحِيْمُ کا

اور کوئی یَا عَفُوُّ یَا غَفُوْرُ یَا سَتَّارُ یَا غَفَّارُ کا

غرض وہ لوگ طرح طرح کے جملے پڑھتے جاتے تھے، اور ایک طرف سے آتے اور دوسری طرف غائب ہوتے جاتے تھے۔

خوشی اور طرب کا سماں

ساتھ ہی بہ سبب یومِ مغفرت ہونے کے ایک خوشی اور طرب کا سماں اس نظارہ پر چھایا ہوا تھا۔ ہر گنہگار کے چہرہ پر آس اور امید کا تبسم موجود تھا۔ لوگوں کے اعمال تُل رہے تھے، اور ان کی کمی اور خامیاں فضل اور مغفرت کے انعامات سے پوری ہو رہی تھیں، کیونکہ آج صفت عفو و مغفرت کے مظاہرہ کا دن تھا اور حساب کتاب میں بے حد نرمی تھی، گو دوسری طرف کراماً کاتبین بھی اپنا کام کئے جاتے تھے۔ مالک و رضوان بھی گاہے گاہے آپس میں جھگڑ لیتے تھے، اور سائلین و شہدا کی کشمکش بھی جاری تھی، مگر آخری فیصلہ ان تمام جھگڑوں کا بارگاہ حضرت غفور و رحیم سے ہی صادر ہونا تھا۔

میں اسی سیر میں مشغول تھا کہ غفران نے مجھے کہا "چل تجھے بعض لوگ دکھلاؤں جنہیں تو جانتا ہے اور ساتھ ہی بعض دلچسپ حالات مغفرت الٰہی کے بھی ملاحظہ کراؤں جن سے عام لوگ ناواقف ہیں۔ باقی یہ حشر اور حساب کتاب تو اسی طرح ہوتا رہے گا۔ اور جس طرح آج بموجب

کُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ (الرحمٰن: ۳۰)

ترجمہ: وہ ہر وقت ایک نئی حالت میں ہوتا ہے۔

صفت مغفرت کے تقاضا کا دن ہے، اسی طرح کوئی دن جلال الٰہی اور انتقام کا آجاتا ہے تو کوئی عدل و انصاف اور قسط کے اظہار کا کسی دن شفاعت کا مظاہرہ ہوتا ہے تو کسی دن قہر و جبروت کا۔ مگر یہ سب ایام ان لوگوں کے اعمال اور حالات کے مطابق آتے ہیں جن کا حساب و کتاب ان اسمائے الٰہی کے مطابق ہونا ہوتا ہے۔ اس عالم میں رحم کی تو کوئی حد نہیں، ہاں عدل و انصاف بھی کبھی کبھی ہوتا ہے، مگر ظلم کبھی نہیں.....

آ، چل، تجھے بعض تفصیلی باتیں مغفرت الٰہی کے متعلق دکھاؤں تاکہ تیرا ایمان اور محبت

اپنے مالک اور آقا سے زیادہ ہو اور تاکہ تو جو ہمیشہ اپنے اعمال کی وجہ سے یاس اور ناامیدی میں گرفتار رہتا ہے کچھ اس عالیشان مغفرت سے بھی آگاہی پائے جو ہر گنہگار کا سہارا اور ہر عاصی کی پشت پناہ ہے اور جس کے بل پہ عالمین کی پردہ پوشی اور بخشش ہو رہی ہے۔"

انبیاء کا گروہ

یہ سن کر میں اور وہ آگے چلے اور ایک مجمع کے پاس جا کھڑے ہوئے۔ یہ لوگ سب اعلیٰ کپڑے پہنے ہوئے استغفار میں مصروف تھے۔ غفران نے کہا "یہ انبیاء کا گروہ ہے جو دُنیا سے ہی معصوم اور مغفور ہو کر یہاں آیا ہے۔"

مغفرت کے نظارے

(۱)

ذرا اور آگے چلے تو دیکھا کہ ایک شخص کے گناہوں کا پلڑا بہت بھاری ہے اور اس کے نیک اعمال بہت کم ہیں۔ دوزخ کے فرشتے اسے اپنی طرف کھینچنے لگے تو بارگاہ الٰہی سے آواز آئی۔

"فلاں نیک شخص کو مع اپنے اعمال نامہ کے حاضر کرو۔"

یہ کہنا تھا کہ وہ شخص وہاں موجود کر دیا گیا۔

فرمایا "یہ اس گنہگار کا بیٹا ہے، اس کا اعمال نامہ بھی دیکھو" جب دیکھا گیا تو معلوم ہوا کہ وہ ہمیشہ اپنے باپ کے لئے دعائے مغفرت مانگا کرتا تھا۔ حکم ہوا کہ بیٹے کی ان دعاؤں کو بھی باپ کی نیکیوں کے پلڑے میں ڈال دو۔ اُن کا ڈالنا تھا کہ پلڑا جُھک گیا اور بہشت کے فرشتے اسے اپنے مونڈھوں پر بٹھا کر لے گئے۔

(۲)

جب ہم آگے بڑھے تو اسی طرح کا ایک اور گنہگار اپنی قسمت کو رو رہا تھا۔ حکم ہوا کہ اس کے مرنے کے بعد اس کی قبر پہ کتنے مومنین نے دعائے مغفرت کی ہے؟

جب اس کا حساب لگایا گیا اور وہ دعائیں جو محض ناواقف راہ گزروں نے اس کی قبر پہ کی تھی، وزن کی گئیں، تو وہ بھی کودتا پھاندتا، مغفرت کے ملائیکہ کی گود میں بیٹھ کر وہاں سے رخصت ہوا۔

(۳)

آگے چلے تو ایک اور گنہگار کمئی اعمال صالحہ کی وجہ سے متاسف کھڑا تھا۔ حکم ہوا کہ جس جس شخص نے کسی قسم کی حق تلفی اس کی کی ہے یا اس کی غیبت وغیرہ کی ہے۔ ان لوگوں کی نیکیاں ان حق تلفیوں اور غیبتوں کے عوض اسے دے دو۔

میں نے دیکھا کہ اوروں کی ہزاروں نیکیاں اس طرح اس شخص کے حصے میں آگئیں اور وہ بخشا گیا۔

(۴)

ذرا اور آگے بڑھے تو دیکھا کہ ایک شخص وہاں بھی مالک کے پنجے میں گرفتار ہے۔ آواز آئی کہ یہ تو فلاں کتاب کا مصنف ہے جس کی وجہ سے کئی نسلوں نے نیکی اور اسلام سیکھا ہے۔ پس اس کتاب کے پڑھنے کی وجہ سے ہر نیکی کرنے والا نہ صرف نیکی کا ایک اجر خود پائے گا بلکہ اتنا ہی اجر مصنف کو بھی ملے گا۔

حساب کتاب کیا گیا تو ایک لا انتہا خزانہ باقیات الصالحات کا اس مصنف کے قبضہ میں آگیا۔ مالک نے اپنی گرفت ڈھیلی کر دی اور رضوان کا اسسٹنٹ اسے لے کر اپنے ہاں چلا گیا۔

(۵)

اور آگے چلا تو دیکھا کہ ایک عورت کھڑی رو رہی ہے، اس کا اعمال نامہ بدکاری سے بھرا پڑا ہے، ایک یاس اور نا اُمیدی اس پر طاری ہے، آواز آئی کہ "اس فاسقہ و فاجرہ عورت نے کوئی پسندیدہ عمل بھی کیا ہے ؟"

کراماً کاتبین میں سے ایک بولا کہ حضور! ایک دن یہ جنگل میں سفر کر رہی تھی اور ایک کتا پیاس کے مارے زبان لٹکائے کنویں کے کنارے ہانپ رہا تھا۔ یہ اس کنویں میں اتری، آپ پانی پیا، پھر اپنی جوتی میں پانی بھر کر سامنے لائی اور کتے کو پلایا۔

ارشاد ہوا ہم نکتہ نواز ہیں، ہمیں اس کا یہ عمل اتنا پسند آیا تھا کہ ہم نے اسی وقت اسے بخش دینے کا عہد کر لیا تھا، اب ہماری مغفرت کی چادر اس پر ڈال دو۔ اور جہاں جانا چاہتی ہے اسے لے جاؤ۔

(۶)

پھر آگے بڑھا تو دیکھا کہ ایک شور سا برپا ہے۔ ایک عاجز گنہگار ہے اور پاس ہی ایک مرصع نیکوکار۔ اس گنہگار کی بداعمالیاں دیکھ کر وہ نیکوکار کہنے لگا کہ خدا کی قسم! تجھے خدا کبھی نہیں بخشے گا۔ اس بات پر حاضرین میں چہ مگوئیاں ہونے لگیں۔ اور بعض لوگ کہنے لگے کہ یہ مولانا سچ فرماتے ہیں، یہ شخص ایسا ہی ہے۔

بارگاہِ الٰہی کی طرف سے ارشاد ہوا کہ اے شخص تو کون ہے میری مغفرت پر قسم کھانے والا؟ جاؤ، ہم نے اسے تو بخش دیا اور تیری بابت فیصلہ بعد میں صادر ہو گا۔

اور وہ شخص ہنستا کودتا بہشت کے دروازے کی طرف بھاگا۔

(۷)

اسی طرح پھر ایک گروہ میں بعض آدمیوں کا حساب کتاب ہو رہا تھا۔ یہ لوگ مومن تو تھے مگر ان کے اعمال نامے نیکیوں سے خالی تھے، کیونکہ گو وہ اپنے وقت کے

نبی پر ایمان لائے تھے، مگر عمر نے وفا نہ کی اور جلد ہی فوت ہو گئے، بعض کے اعمال صالحہ تو محض صفر ہی تھے۔ ایسے لوگوں کا فیصلہ بارگاہ الٰہی سے اس آیت کے ماتحت کیا گیا۔

اِنَّا نَطْمَعُ اَنْ یَّغْفِرَ لَنَا رَبُّنَا خَطٰیٰنَآ اَنْ كُنَّآ اَوَّلَ الْمُؤْمِنِیْنَ

(الشعراء: ۵۲)

ترجمہ: ہم اُمید کرتے ہیں کہ ہمارا رب ہمارے گناہ اس وجہ سے معاف کر دے گا کہ ہم سب سے پہلے ایمان لانے والوں میں سے بن گئے۔

یعنی یہ چونکہ شروع میں ہی نبی کو مان گئے تھے، اس لئے ان کا السابقون الاولون میں ہونا ہی ان کی مغفرت کے لئے کافی ہے، خواہ مسلمان ہو کر ایک عمل بھی نیک نہ کیا ہو۔

(۸)

یہاں سے ہم اور آگے بڑھے، تو دیکھا کہ وہاں حضرت یعقوبؑ کی اولاد اپنی میزان پر سے نجات پا کر آ رہی تھی۔ اور ان کی نجات کا باعث دعائے بزرگان تھی، یعنی ان کے باپ کی وہ دعائیں جو ان کی درخواست

یٰۤاَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَآ اِنَّا كُنَّا خٰطِـِٕیْنَ (یوسف: ۹۸)

ترجمہ: اے ہمارے باپ! آپ ہمارے حق میں (خدا سے) ہمارے گناہوں کی بخشش طلب کریں۔ ہم یقیناً خطا کار ہیں۔

کے جواب میں بوعدہ

اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّیْ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ (یوسف: ۹۹)

ترجمہ: (میں ضرور) تمہارے لیے اپنے رب سے بخشش طلب کروں گا۔ یقیناً وہی (ہے جو) بہت بخشنے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔

کی گئی تھی۔

(۹)

ایک جگہ دیکھا کہ چند شخص اپنے گناہوں کی مصیبت میں گرفتار ہیں اور نجات کی شکل صورت نظر نہیں آتی ہے۔ حکم ہوا کہ اچھا بتاؤ کہ اس دائیں طرف والے کا جنازہ کس کس نے پڑھا تھا؟

معلوم ہوا کہ چالیس موحد مسلمان اس کے جنازہ میں شریک تھے۔ ارشاد ہوا کہ مالک! اسے چھوڑ دے، ہم نے ان چالیس مومنوں کی شفاعت جو انہوں نے نماز جنازہ میں اس کے لئے کی تھی قبول کر لی۔

پھر بائیں طرف والے کی باری آئی تو معلوم ہوا کہ اس کے مرنے کے بعد اس شہر کے اکثر اہل اللہ نے اسے نیکی سے یاد کیا تھا اور تعریف کی تھی کہ اچھا مسلمان آدمی تھا۔

فرمایا ان کی تعریف کی وجہ سے اسے بھی چھوڑ دو۔

پھر تیسرے کے بارے میں سوال پیدا ہوا کہ اس کا کیا حال ہے؟

فرشتوں نے عرض کیا کہ صرف دو مومن تھے جو اسے مرنے کے بعد نیک اور اچھا کہتے تھے۔ ارشاد ہوا کہ چلو اسے بھی جانے دو۔

چوتھے گنہگار کی بخشش اس لئے ہوگئی کہ اس کے جنازہ میں تین صفیں مسلمانوں کی تھیں۔

پھر اور آگے چلے تو دیکھا کہ ایک گنہگار مسلمان اس لئے رہائی پا گیا کہ اس کے تین بچے اس کی زندگی ہی میں فوت ہوگئے تھے۔

اور ایک مومن عورت صرف ایک بچہ کی موت کا صدمہ اٹھانے کی وجہ سے بخش دی گئی۔

ایک میاں بیوی نظر آئے، ان کا حساب کتاب ہو رہا تھا، اتنے میں ایک دو برس کا بچہ دوڑتا ہوا کہیں سے آگیا اور کہنے لگا کہ یہ میرا باپ ہے اور یہ میری ماں ہیں جنت میں نہیں جاؤں گا جب تک ان دونوں کو ساتھ نہ لے جاؤں۔

حاضرین کی آنکھوں میں یہ نظارہ دیکھ کر آنسو آ گئے ۔

اتنے میں ایک اور والدین کا مقدمہ پیش ہوا، اور اس کے ساتھ ہی ایک چھوٹا سا بچہ، جس کے آنول نال ابھی اس کے ناف کے ساتھ ہی تھے، چیخنے چلانے لگا اور کہنے لگا:"اے رب! میں اسقاط شدہ بچہ ہوں اور تیرے فضل سے مجھے جنت میں رہنے کی اجازت ملی ہے۔ مگر میں ہرگز وہاں اپنے ماں باپ کو دوزخ میں چھوڑ کر نہیں جاؤں گا۔"

حکم ہوا کہ تیری خاطر ہم نے ان کی مغفرت کر دی، لے جا ان کو بھی جنت میں ۔

وہ بچہ بھی اپنی آنول نال کے ساتھ اپنے والدین کو کھینچتا ہوا جنت کی طرف لے گیا اور سب دیکھنے والے چشم پُر آب تھے ۔

(۱۰)

پھر ہم آگے چلے۔ ایک شخص کے اعمال نامہ میں کچھ کسر تھی۔ وہ اس طرح پوری کی گئی کہ چونکہ وہ اپنے بزرگ والدین کی قبر کی ہر جمعہ کے دن زیارت کرتا تھا اس لئے اُسے چھوڑ دیا گیا۔

دائیں طرف ایک ایسا جم غفیر نظر آیا، جس کے لوگ اپنے اعمال کے وزن کی رو سے بہت ناقص ثابت ہوئے تھے، مگر ان سب کی بخشش اس لئے ہوئی کہ ایک دفعہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام رات صبح تک کھڑے یہ دعا فرماتے رہے تھے ۔

اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (المائدہ : ۱۱۹)

ترجمہ :۔ اگر تو انھیں عذاب دینا چاہے تو وہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو انھیں بخشنا چاہے تو تو بہت غالب (اور) بڑی حکمتوں والا (خدا) ہے ۔

پس اس دعا کی مقبولیت کے نتیجہ میں امت محمدیہ کے یہ سب لوگ نجات پا گئے ۔

(۱۱)

وہاں سے چلتے چلتے ہم ایک ایسی جگہ پہنچے جہاں ایک قاتل کھڑا تھا۔اس کی بابت یہ سنا کہ اس شخص نے ننانوے خون کئے تھے اس کے بعد اس کے دل میں توبہ کی خواہش پیدا ہوئی، اور وہ ایک راہب کے پاس گیا اور کہا "میری توبہ قبول ہوسکتی ہے یا نہیں ؟"

راہب نے جواب دیا "ہرگز نہیں " اور اس نے غصہ میں آکر راہب کو بھی مار ڈالا۔ پھر وہ آگے چلا لوگوں نے اسے ایک بزرگ کا پتہ دیا کہ شاید وہاں تیری توبہ کی کوئی صورت نکلے۔ یہ قاتل اس گاؤں کی طرف روانہ ہوا۔ راستے میں ایک جگہ وہ قضائے الٰہی سے مرگیا۔ اس پر رحمت کے فرشتوں اور عذاب کے فرشتوں میں جھگڑا ہوا۔ عذاب کے فرشتے کہتے تھے کہ یہ ایک ظالم ڈاکو اور قاتل ہے اور دوسرے کہتے تھے کہ ہاں یہ ٹھیک ہے، مگر یہ تو توبہ کرنے چلا تھا۔ غرض ایک ہنگامہ اس امر پر برپا تھا۔

میں نے سنا کہ بارگاہ الوہیت سے فرمان صادر ہوا کہ بتاؤ اس کی نعش میں اور اس کے وطن میں کتنا فاصلہ تھا؟ اسی طرح اس کے مرنے کی جگہ میں اور اس بزرگ کے شہر میں کتنا فاصلہ تھا؟

حضرت میکائیل کے محکمہ سے رپورٹ ہوئی کہ اس کی نعش اس بزرگ کی بستی سے بقدر ایک بالشت کے نزدیک تھی۔

ارشاد ہوا۔"ہم نے اس کی توبہ قبول فرمائی اور اسے بخش دیا، اس پر ہماری مغفرت کی چادر ڈال دو۔"

(۱۲)

پھر اور آگے چلے۔ ایک جگہ ایک بہت بڑے گنہگار کا مقدمہ پیش ہو رہا تھا۔ کراماً کاتبین نے عرض کیا "یاالہ العالمین! یہ شخص دن کو تو گناہ کرتا تھا اور رات کو روتا تھا کہ اے میرے رب! میں نے قصور کیا ہے، مجھے معاف فرما۔ اس پر حضور کے ہاں سے اس کا قصور معاف فرمایا جاتا اور ارشاد ہوتا میرا یہ بندہ جانتا ہے کہ اس کا ایک رب ہے جو

گناہوں کو معاف کر سکتا ہے اور ان کے سزا دینے پر بھی قادر ہے۔ سوائے فرشتو گواہ رہو میں نے اُسے بخش دیا۔

" اس کے کچھ دن بعد وہ پھر گناہ کرتا تھا اور رات کو پھر اسی طرح دعا کرتا تھا کہ خدایا میرے گناہ بخش دے اس وقت بارگاہ احدیت سے یہ حکم صادر ہوتا تھا کہ میرا یہ بندہ یقین رکھتا ہے کہ میں اس کے گناہ پر گرفت بھی کر سکتا ہوں اور اسے معاف کرنے کی قدرت بھی رکھتا ہوں، سو تم گواہ رہو کہ میں نے اسے پھر بخش دیا۔

" کچھ عرصہ گزرنے کے بعد وہ پھر گناہ کرتا تھا، اور بعد میں اسی طرح پھر توبہ استغفار کرتا تھا، اور حضور یہی ارشاد فرماتے تھے کہ میرا یہ بندہ یقین رکھتا ہے کہ میں اس کے گناہ پر پکڑ بھی کر سکتا ہوں اور اسے معاف بھی کر سکتا ہوں۔

" پس اسی طرح یہ شخص عمر بھر گناہ کرتا رہا اور اس کا اعمال نامہ سیاہ ہوتا رہا۔ اب جو کچھ ارشاد ہو کیا جائے۔"

فرمایا کہ میں نے تو تین دفعہ کے بعد ہی کہہ دیا تھا۔

غَفَرْتُ لِعَبْدِىْ فَلْيَفْعَلْ مَاشَاءَ

میں نے اپنے بندہ کو بخش دیا، اب جو جی چاہے کرے۔

کیا یہ حکم ریکارڈ میں نہیں آیا؟

آخر ڈھونڈنے سے اس فرمان کی نقل بخاری اور مسلم میں مل گئی اور اس ملزم کی خلاصی ہو گئی۔

(۱۳)

اور آگے بڑھے تو دیکھا کہ ایک شخص کا مقدمہ پیش ہے کرام الکاتبین نے عرض کیا :

" علاوہ اور قسم کے گناہوں کے اس پر ایک الزام یہ بھی ہے کہ اس نے اپنے بیٹوں کو وصیت کی کہ جب میں مر جاؤں تو میری نعش کو جلا کر آدھی راکھ ہوا میں اڑا دینا اور آدھی سمندر میں ڈال دینا، کیونکہ خدا کی قسم! اگر اللہ تعالیٰ نے مجھ پر گرفت کی تو مجھے ایسا عذاب ملے گا کہ

مجھ سے پہلے کسی کو نہ ملا ہوگا۔

"خیر اس کے کچھ مدت کے بعد وہ شخص مرگیا اور لڑکوں نے اس کی وصیت پہ عمل کر دیا۔ جزا کے دن حضور تبارک وتعالیٰ کے حکم سے وہ پھر زندہ کیا گیا ہے اس کی بابت کیا فرمان ہے ؟"

ارشاد ہوا "اس سے پوچھو کہ تو نے ایسا کام کیوں کیا ؟"

وہ شخص کہنے لگا "میرے خداوندا میں نے کبھی کوئی نیک عمل نہیں کیا اور ہمیشہ بدعملیوں ہی میں مصروف رہا۔ اس لئے اے رب میں نے یہ بات تیرے ڈر کے مارے کی اور تو خود سب حقیقت جانتا ہے۔"

حضور باری نے یہ سن کر فرمایا "یہ سچ کہتا ہے، اسے چھوڑ دو۔ اس کے دل میں ضرور میرا حقیقی تقویٰ اور خوف موجود تھا۔"

(۱۴)

ایک طرف کچھ آدمی خوش خوش جنت کی سڑک پر جا رہے تھے۔ میں نے ان سے پوچھا کہ تمہاری نجات ہوگئی ؟

کہنے لگے "ہاں"

پوچھا کہ کیونکر ؟

کہنے لگے کہ جب ہم کو ذاتِ باری نے مصیبت میں مبتلا دیکھا تو فرمایا میرا تو ان لوگوں سے وعدہ ہے کہ ان کو جنت میں داخل کروں گا۔

میں نے کہا کہ وہ وعدہ کیا تھا ؟

کہنے لگے کہ حضور احدیت نے اپنے رسول کی معرفت ہم سے یہ وعدہ فرمایا تھا کہ

مَنْ کَانَتْ لَهُ أُنْثَى فَلَمْ يَئِدْهَا وَلَمْ يُهِنْهَا وَلَمْ يُؤْثِرْ وَلَدَهُ عَلَيْهَا يَعْنِي الذُّكُورَ أَدْخَلَهُ اللهُ الْجَنَّةَ

"جس شخص کی ایک بیٹی ہو، پھر نہ وہ اسے زندہ گاڑ دے اور نہ ذلیل رکھے، اور نہ ترجیح دے اس پر اپنے بیٹوں کو، تو اللہ اسے جنت میں داخل کرے گا۔

پس اس بات پر عمل کی وجہ سے ہم پر خدا کا فضل ہو گیا ہے۔

(۱۵)

اسی طرح ایک عورت کو دیکھا کہ باوجود اس کے کہ اس کی عبادتیں یعنی روزے، نمازیں اور صدقے بہت ہی کم تھے، تاہم اس لیئے جنتی ہو گئی کہ وہ اپنے ہمسایوں کو اپنی زبان سے کبھی کوئی تکلیف نہ دیتی تھی اور سب اس سے خوش تھے۔

(۱۶)

غرض ہم اسی طرح چلتے رہے یہاں تک کہ ایک عظیم الشان گروہ شہدا کا دیکھا جن کی گنتی اور حد و نسبت خیال و وہم سے بالاتر تھی۔

غفران نے بتایا کہ ان میں سے تلوار سے خدا کی راہ میں شہید ہونے والے بہت کم ہیں۔ مگر خدا تعالیٰ کی مغفرت اور رحم نے شہید بنانے کے لیئے اور بہت سے سامان محض اپنے فضل سے پیدا کر دیئے ہیں۔ مثلاً۔

جو شخص خدا کے دین کی خدمت کے کسی کام میں بغیر تلوار کے بھی اپنی موت مر جائے وہ بھی شہید ہے۔

جو اپنے مال کی حفاظت کرتا ہوا مارا جائے وہ بھی شہید ہے۔

جو مومن طاعون سے مر جائے وہ بھی شہید ہے۔

جو عورت بچہ جن کر مرے وہ بھی شہید ہے۔

جو ذات الجنب سے مرے وہ بھی شہید ہے۔

جو دستوں کی بیماری سے مرے وہ بھی شہید ہے۔

جو دب کر مرے وہ بھی شہید ہے وغیرہ وغیرہ۔

غرض شہادت، مغفرت اور بلندی درجات کے ایسے بہت سے راستے کھول دیئے ہیں کہ اگر مومن خدا کا شکر کرتے کرتے مر بھی جائیں تو بھی اپنے مالک کا حق ادا نہیں کر سکتے۔ یہاں تک کہ جو شخص شہادت کے لئے دُعا مانگتا ہے پھر خواہ اپنے بستر پر ہی اس کی جان نکلے وہ بھی شہید ہی محسوب ہوتا ہے۔

(۱۷)

عورتوں کے لئے تو وہاں بہت ہی نرمی تھی اور عام حکم یہ تھا کہ جو عورت نماز پڑھے روزہ رکھے اپنی عفت کی حفاظت کرے اور خاوند کی نافرمان نہ ہو، وہ بہشت کے جس دروازے سے چاہے داخل ہو جائے۔

(۱۸)

پھر ہم اور آگے چلے وہاں ایک شخص کا مقدمہ پیش تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں فوت ہوا تھا جب اس نے وفات پائی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس کے جنازہ کے لئے نکلے۔

حضرت عمرؓ نے عرض کیا "حضور یہ ایک فاجر فاسق شخص تھا اس کے جنازہ کی نماز نہ پڑھئے۔"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حاضرین جنازہ کی طرف متوجہ ہوئے اور پوچھا "کیا کسی نے اسے اسلام کی کسی بات پر عمل کرتے دیکھا ہے؟"

لوگوں نے عرض کیا "ہاں یا رسول اللہ اس نے خدا کی راہ میں ایک رات پہرہ دیا تھا۔"

یہ سُن کر حضورؐ نے اس کی نماز پڑھی، اس کی قبر پر مٹی ڈالی اور اس کی نعش کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا۔ "اے مرنے والے! تیرے دوستوں کا خیال ہے تو جہنمی ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ تو یقیناً جنتی ہے۔ اور اے عمر بن خطاب! تو لوگوں کے تفصیلی اعمال نہ کریدا کر بلکہ صرف یہ دیکھ لیا کر کہ آیا وہ اسلام کا مجملاً متبع ہے یا نہیں۔"

(۱۹)

اسی طرح ایک مومن مجاہد جس کے اعمال کم تھے، اس کے نیکی کے پلڑے میں اس کا گھوڑا، گھوڑے کا چارہ اور اس کے گھوڑے کی لید اور پیشاب وغیرہ تک ڈالے گئے، یہاں تک کہ وہ پلڑا اس کی غفلتوں اور گناہوں کے پلڑے سے بھاری ہوگیا اور وہ اپنے اسی گھوڑے پر سوار ہوکر جنت کی طرف سرپٹ روانہ ہوگیا۔

اسی طرح لاتعداد انسانوں کی مغفرت اس طرح پر ہوئی کہ ان کو انبیاء، اولیاء، نیکوں اور اہل اللہ سے صرف دوستی اور محبت تھی اور

اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ

کے وعدہ کے مطابق وہ سب باوجود کمی اعمال کے ان بزرگوں کے ہمسائے قرار پائے۔

(۲۰)

ایک جگہ دیکھا کہ خدا کا ذکر و تسبیح کرنے والوں کی ایک جماعت فرشتوں کے پروں کے سایہ میں جنت کی طرف جارہی تھی۔ ان کے پیچھے پیچھے ایک آدمی تھا جس کی طرف عفران نے اشارہ کرکے کہا کہ اس کا قصہ بھی عجیب ہے۔ ایک دفعہ باری تعالیٰ نے اپنے فرشتوں سے پوچھا کہ آج تم نے دُنیا میں کیا دیکھا؟

انہوں نے عرض کیا "الٰہی! تیرے کچھ بندے ایک مسجد میں تیرا ذکر بصد ذوق و شوق کررہے تھے۔"

فرمایا "گواہ رہو کہ میں نے ان کو بخش دیا۔"

فرشتوں نے عرض کیا کہ الٰہی! اسی مجلس میں ایک شخص اور بھی موجود تھا مگر وہ ذکرِ الٰہی کے لئے نہیں آیا تھا بلکہ اپنے رنج کے کسی کام کو آیا تھا۔

ارشاد ہوا کہ گواہ رہو۔ میں نے اسے بھی بخش دیا۔

هُمُ الَّذِيْنَ لَا يَشْقٰى جَلِيْسُهُمْ

(ایسے لوگوں کے پاس بیٹھنے والا بھی نامراد نہیں ہوا کرتا)

اور یہ وہ شخص ہے جس کی طرف میں نے ابھی اشارہ کیا تھا۔

(۲۱)

پھر ہم اور آگے بڑھے تو عفران نے ایک شخص کی طرف اشارہ کیا جو معرفت کی چادر اوڑھے چلا جاتا تھا۔ کہنے لگا کہ اس شخص کا قصہ بھی دلچسپی سے خالی نہیں۔

اس شخص نے ایک بزرگ صحابی کی معیت میں اپنا وطن چھوڑ کر مدینہ کی طرف اس وقت ہجرت کی جب حضورؐ نے ہجرت فرمائی تھی۔ مدینہ جاکر یہ شخص بیمار ہوگیا اور ایسا بے صبر ہوا کہ تیر کے پیکان سے اپنے ہاتھ کی رگیں خود کاٹ ڈالیں جن سے اتنا خون جاری ہوا کہ یہ مر گیا۔ اس کے دوست صحابی نے اُسے خواب میں دیکھا کہ اس کی حالت بہت اچھی ہے مگر اپنے دونوں ہاتھ ڈھانکے پھرتا ہے۔

پوچھا "تیرے ساتھ کیا معاملہ ہوا ؟"

کہنے لگا "میرے رب نے مجھے بخش دیا، اس لئے کہ میں نے اس کے نبی کی طرف ہجرت کی تھی۔ مگر یہ بھی فرما دیا کہ ہم تیرے ہاتھوں کو درست نہ کریں گے جن کو تو نے خراب کیا ہے۔

یہ قصہ سُن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔

اَللّٰهُمَّ وَلِيَدَيْهِ فَاغْفِرْ

(یا اللہ ان کے ہاتھوں کی بھی مغفرت فرما)

سو یہ شخص آج تک اسی حالت میں رہا۔ آج اس دُعا کی وجہ سے اس کے ہاتھوں کی مصیبت دُور ہوگئی اور یہ جنت کو جا رہا ہے۔

(۲۲)

پھر اور آگے بڑھے۔ تو معلوم ہوا کہ ایک شخص کی بابت حکم ہوا ہے کہ اس کا حساب کتاب ہم خود ذاتی طور پر لیں گے۔ چنانچہ وہ شخص عرش کے سامنے حضوری میں پیش کیا گیا۔

ارشاد ہوا۔ تجھے معلوم ہے کہ تو نے ایسے ایسے بھاری گناہ دنیا میں کئے تھے۔
اس نے عرض کیا۔ "ہاں اے میرے رب کئے تھے۔"
اس کی بوٹی بوٹی خوف کے مارے تھر تھر کانپ رہی تھی کہ بس اب جہنم کے سوا میرے لئے کوئی جگہ نہیں کہ اتنے میں ارشاد ہوا۔ دیکھ میں نے تیرے ان سب گناہوں کی دنیا میں پردہ پوشی کی تھی۔ اب اسی طرح میں یہاں بھی ان کی پردہ پوشی کروں گا۔ جا اپنی نیکیوں کا اعمال نامہ لے جا۔ اور اپنے گناہوں کا رجسٹر یہیں ہمارے پاس چھوڑ جا۔ آگے ہم جانیں ہمارا کام۔

(۲۳)

اس کے بعد ایک اور مقدمہ عدالت میں پیش ہوا۔ ایک مجرم لایا گیا۔ اور اس کے ساتھ ننانوے بڑے بڑے طومار رجسٹروں اور اعمال ناموں کے تھے۔ مجھے ارشاد ہوا۔ "دیکھو یہ تیرے اعمال نامے ہیں۔ اگر تجھے ان سے انکار ہے تو کہہ دے۔"
اس نے عرض کیا "میرے مولا! جو کچھ ان میں لکھا ہے وہ سب سچ ہے۔"
ارشاد ہوا۔ "کوئی عذر ہے۔"
کہنے لگا "کوئی نہیں۔"
حکم ہوا کہ ہمارے ہاں تو تیرا ایک عذر اور ایک بڑی نیکی موجود ہے۔ تجھ پر کوئی ظلم نہیں ہوگا۔ اس کے بعد ایک چٹھی پیش کی گئی جس پر لکھا تھا۔

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

حکم ہوا کہ اس چٹھی کو اس کی نیکیوں کے پلڑے میں رکھو۔
رکھتے ہی وہ پلڑا اتنا جھک گیا کہ وہ سب طومار گناہوں کے اس کے مقابلہ میں بالکل ہلکے ہو گئے۔ اور وہ شخص الحمد للہ، الحمد للہ کہتا ہوا بہشت بریں کی طرف بھاگتا چلا گیا۔

(۲۴)

اس کے بعد ہم ایک اور طرف متوجہ ہوئے تو دیکھا کہ خداوند عالم رب العالمین کی طرف سے ایک منادی کنندہ یہ اعلان کر رہا تھا کہ

اَیْنَ الَّذِیْ کَانَتْ [تَتَجَافٰی جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ] (السجدہ: ۱۶)

(کہاں ہیں وہ لوگ جن کے پہلو میری خاطر رات کے وقت بستروں سے الگ رہتے تھے)

یہ سنتے ہی ایسے سب لوگ کھڑے ہو کر ایک جگہ جمع ہو گئے اور ان کو حکم ہوا کہ جاؤ تمہیں بغیر حساب بخش دیا۔

۲۵

اس کے بعد ایک تیسرا مقدمہ عدالت خاص میں پیش ہوا۔ ایک شخص کو آگے لایا گیا اور حکم ہوا کہ اس کے صغیرہ گناہ اور چھوٹی چھوٹی خطائیں اسے پڑھ کر سناؤ، پھر پوچھو کہ تو نے یہ گناہ کئے تھے۔ مگر کبائر اس کے سامنے نہ پیش کرنا۔

صغائر کو سن کر وہ شخص کہنے لگا " ہاں مولا! یہ سب میری غلطیاں مجھ سے ہی سرزد ہوئی ہیں۔ میں کیونکر سچی باتوں کا انکار کر سکتا ہوں۔" اور ساتھ ہی وہ شخص دل میں ڈر رہا تھا کہ اب اس کے بعد میرے کبائر بھی ظاہر کئے جائیں گے کہ اتنے میں حکم ہوا " جا تجھے ہم نے بخشا، اور تیرے ہر گناہ کے بدلے ایک نیکی تجھے دی۔"

یہ دیکھ کر وہ بے چارا خوشی کے مارے بالکل دیوانوں کی طرح ہو گیا اور کہنے لگا "یا الٰہی یہ تو میرے چھوٹے چھوٹے گناہ تھے۔ ابھی بڑے بڑے گناہوں اور کبائر کو تو پڑھا ہی نہیں گیا۔ ان کو بھی پیش کیا جاوے۔"

یہ سننا تھا کہ حاضرین بے اختیار ہنس پڑے اور وہ شخص بھی شرمندہ سا ہو کر جنت کی طرف روانہ ہوا اور پیچھے سے ایک فرشتہ نے مغفرت کی چادر اسے اوڑھا دی۔

(۲۶)

جن اشخاص کو دنیا میں اپنے قصوروں اور حدود کی سزا مل چکی تھی ان کے ساتھ تو خصوصاً وہاں نرمی اور شفقت کا سلوک ہو رہا تھا۔ چنانچہ ایک شخص سے دنیا میں ایک برا کام سرزد ہو گیا تھا۔ وہ خود گیا اور حاکم وقت سے عرض کیا "حضور! مجھ سے یہ گناہ سرزد ہو گیا ہے، میں نے توبہ کی ہے، تم مجھے دنیا میں سزا دے لو، میں اپنے رب کے آگے روسیاہ ہونے سے دنیا کی تکلیف برداشت کر لینا بہتر سمجھتا ہوں۔" چنانچہ اسے سنگسار کر دیا گیا اور جو حشر میں لایا گیا تو اس کو ان خوش کن الفاظ سے مخاطب کیا گیا "اے میرے بندے! ہمیں تیری اس توبہ کی اس قدر قدر و منزلت ہے کہ اگر وہ ایک پورے شہر کے گنہگاروں پر تقسیم کی جاتی تو ہم ان سب کو بخش دیتے۔"

(۲۷)

ایک اور شخص کو دیکھا جس نے اپنے زمانہ حکومت میں رعایا پر بہت ظلم کئے تھے۔ وہ سب مظلوم اس سے بدلہ لینے کے لئے وہاں حاضر تھے۔ مگر جب یہ سنایا گیا کہ اُس شخص نے آخری عمر میں اپنے سب مظالم سے توبۃ النصوح کر لی تھی اور مدینہ طیبہ ہجرت کر کے چلا گیا تھا اور وہیں مرا تھا تو اس اعلان سے یکدم ان تمام لوگوں پر کچھ ایسا اثر ہوا کہ سب ہاتھ اٹھا کر کہنے لگے "ہم نے اس شخص کے سب قصور معاف کئے، خدا بھی اسے بخشے۔" چنانچہ وہ خوش خوش ہنستا ہوا وہاں سے جنت کی طرف رخصت ہوا۔

(۲۸)

اس سے بڑھ کر یہ کہ کروڑوں انسانوں کے حقوق العباد کا بدلہ خدا تعالیٰ نے مستحقین کو اپنے پاس سے بڑھ چڑھ کر ادا کر دیا اور ان مظلوموں نے نہایت خوشی سے اپنے دعوؤں اور حقوق سے دستبرداری داخل کر دی اور ان کے گناہ بخش دیئے گئے۔

نالائق اولاد جن پر ان کے ماں باپ بہت راضی اور خوش تھے وہاں محض اس

لئے بخشی جا رہی تھی کہ وہ

رِضَی الرَّبِ فِی رِضَی الْوَالِدِ کے قانون کے ماتحت خدا کا فضل جذب کر رہی تھی۔

(۲۹)

سب سے حیران کرنے والی بخشش میں نے دو شخصوں کے معاملہ میں دیکھی۔ دو جہنمی ایک طرف دوزخ میں جانے کے لئے کھڑے تھے کہ ایک مغفور شخص وہاں سے گزرا ایک جہنمی نے اس جنتی سے کہا " بھائی صاحب! کیا آپ مجھے نہیں پہچانتے؟ میں وہ ہوں جس نے آپ کو فلاں جگہ ایک دفعہ پانی پلایا تھا۔"

اس پر دوسرا جہنمی بولا " مجھے بھی تو آپ نہ بھولے ہوں گے۔ میں نے آپ کو فلاں جگہ ایک دن وضو کے لئے لوٹا بھر کر دیا تھا۔ اب ہم تو جہنم کو جائیں گے اور آپ جنت کو۔"

یہ سن کر جنتی کا دل پسیج گیا اور اس نے وہیں بارگاہ غفور رحیم سے ان کے لئے دعا کی۔ حکم ہوا ان کو بھی اپنے ساتھ جنت میں لے جاؤ۔

(۳۰)

ابھی ہم ان نظاروں سے فارغ نہ ہوئے تھے کہ جہنم کی طرف سے سخت چیخوں کی آواز آنے لگی۔ رپورٹ ہوئی کہ دو شخص بے حد غل مچا رہے ہیں۔ ارشاد ہوا " ان کو ہمارے روبرو پیش کرو۔" غرض وہ حضوری میں لائے گئے۔

پوچھا گیا " اتنا غل کیوں مچاتے ہو "۔

انہوں نے عرض کیا " الٰہی جل گئے ہیں اس عذاب کی برداشت نہیں۔ ہم پر رحم ہو"۔

ارشاد ہوا " جاؤ! فی الحال اپنی جگہ چلے جاؤ، تمہارے معاملے پر غور ہوگا"۔

یہ سن کر ایک تو واپس جہنم میں چلا گیا مگر دوسرا وہیں کھڑا رہا۔

حکم ہوا " تو کیوں نہیں جاتا؟"

وہ عرض کرنے لگا۔ "مولا! کیا تو نے مجھے اسی لئے جہنم سے نکالا تھا کہ پھر دوبارہ اسی میں ڈالا جائے"۔

اس پر حاضرین ہنس پڑے۔ ارشاد ہوا "اے بے صبر! اچھا جا۔ ہم نے تجھے بخشا اور تیرے ساتھی کو بھی"۔

(۳۱)

غرض اسی طرح کے حالات دیکھتے ہوئے ہم ایک گروہ صحابہ کی طرف گئے وہاں بھی کچھ جھگڑے اور حساب کتاب شروع تھا۔ ایک صحابی حاطب کے متعلق ان کے گواہوں نے بیان دیا کہ اس شخص نے اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ خیانت کی ہے کہ اس کی سزا دنیا میں سوائے قتل اور عاقبت میں سوائے جہنم کے اور کچھ نہیں۔ اس نے کفار مکہ کو خط لکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تم پر یکدم مخفی حملہ کرنے والے ہیں، تم ہوشیار ہو جاؤ۔ اس نے حضور کا راز فاش کیا، کفار کو مدد دی، اور مسلمانوں کو تباہ کرنے کا پورا سامان مہیا کر دیا۔ اگر خداوند تعالیٰ کی طرف سے حضرت ختمی مآبؐ کو بروقت اطلاع نہ مل جاتی تو فتح مکہ کی ساری تجاویز درہم برہم ہو کر رہ جاتیں۔ اس سے بڑھ کر غدار ہم کو تو کوئی نظر نہیں آتا۔"

بارگاہِ الٰہی سے ارشاد ہوا کہ تمہاری بات بالکل سچی ہے لیکن ۲ھ میں ہمارا جو فرمان اہل بدر کے لئے جاری ہوا تھا اس کا ریکارڈ نکالو۔" ارشاد کی دیر تھی کہ فرمان متعلق اہل بدر حضوری میں پڑھا گیا اور وہ یہ تھا۔

اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ فَاِنِّیْ غَفَرْتُ لَکُمْ

(اب جو چاہو کرو۔ میں نے تمہاری مغفرت بہر حال کر دی)

نیز ارشاد ہوا کہ بندوں کی بعض اہم خدمات ایسی ہوتی ہیں کہ ان کے بعد ہم ان کو ایسا ہی انعام دیا کرتے ہیں۔ جانے دو حاطب کو اہل بدر کے ساتھ وہ مغفور ہے۔

(۳۲)

اس کے بعد سید الشہداء حمزہ بن عبدالمطلب شیر خدا کا مقدمہ پیش ہوا۔ گواہوں نے کہا کہ یہ ایک دن شراب کے نشے میں بیٹھے اپنی ایک لونڈی کا گانا سن رہے تھے کہ خوش ہو کر فرمانے لگے "مانگ کیا مانگتی ہے۔" اس لونڈی کو حضرت علی ابن ابی طالب سے کچھ عناد تھا۔ کہنے لگی "جنگ بدر کے مال غنیمت میں سے علیؑ کو دو اونٹنیاں اپنے حصے کی ملی ہیں اور وہ فلاں احاطہ میں بندھی ہیں۔ میرا جی چاہتا ہے کہ ان کی تازہ کلیجی بھون کر کھاؤں۔"

اس پر یہ صاحب اُٹھے اپنا خنجر سنبھالا اور اس احاطہ میں پہنچ کر ان زندہ اونٹنیوں کے پیٹ چاک کر ڈالے اور پیٹ کے اندر سخت بیدردی سے ہاتھ ڈال کر ان کی کلیجیاں کھینچ کر نکال لیں اور اس لونڈی کو لا کر دے دیں کہ کھا لو۔ بعد میں وہ زخمی جانور وہیں تڑپ تڑپ کر مر گئے۔ لوگوں نے حضرت علیؑ کو خبر کی۔ وہ روتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے کہ یہ واقعہ ہوا ہے۔

حضورؐ ان کو ساتھ لے کر ان صاحب کے ہاں تشریف لے گئے وہ نشہ میں کیا فرماتے ہیں "کیا تم دونوں میرے باپ کے غلام نہیں ہو۔" یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لے آئے اور سمجھ لیا کہ وہ شراب کے نشے کی وجہ سے ہوش میں نہیں ہیں۔ ان سے بات کرنا فضول ہے۔ اس کے کچھ مدت بعد یہ صاحب اُحد کی جنگ میں مارے گئے۔ ہم ان سے اس ظلم کا قصاص چاہتے ہیں جو ان سے سرزد ہوا تھا اور جو مذہب کے متعلق نہ تھا بلکہ انسانیت کے خلاف تھا۔ اور گو اس وقت تک شراب حرام نہ ہوئی تھی، پھر بھی اس کی اہمیت کم نہیں ہو جاتی۔ کیونکہ یہ سخت قساوت قلبی اور ظلم ناحق کا مظاہرہ تھا جسے انسان کی فطرت دھکے دیتی ہے خواہ وہ کسی مذہب و ملت کا ہو اس لئے ہم جو سائل ہیں اس کا قصاص طلب کرتے ہیں۔

بارگاہ خداوندی سے ارشاد ہوا کہ ہم تو اس قصور کا قصاص پہلے ہی لے چکے ہیں۔

حمزہ ہمارا شیر ہے لیکن ہم نے جو قصاص لیا ہے وہ بھی ظاہر ہے اور جو مقام قرب کا ہم نے اسے بخشا ہے وہ بھی ظاہر ہے۔کیا یہ صحیح نہیں کہ ایک لونڈی نے ان اونٹنیوں کو حمزہ سے کہہ کر مروایا۔ اسی طرح وحشی جو ایک غلام تھا اسے بھی انعام دے کر احد میں لایا گیا تھا اور اس کے حربہ نے حمزہ کا پیٹ اسی طرح چاک کیا جس طرح ان جانوروں کا پیٹ پھاڑا گیا تھا۔ پھر ہندہ زوجہ ابوسفیان نے حمزہ کا کلیجہ اس زخم میں سے اسی طرح نکالا جس طرح حمزہ نے ان جانوروں کے کلیجے نکالے تھے اور جس طرح اونٹنیوں کے جگر کباب بنا کر کھائے گئے تھے اسی طرح حمزہ کا جگر بھی ہندہ نے میدانِ احد میں سب کے سامنے کھڑے ہو کر چبایا۔ اور دوسری اونٹنی کے بدلہ میں اس عورت نے ان کو مثلہ بھی کیا یعنی ان کے ناک، کان اور ہونٹ کاٹ کر ہار بنا کر اپنے گلے میں ڈالے اور میدانِ جنگ میں فخریہ لوگوں کو دکھاتی پھری۔ اور انہوں نے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے باپ کا غلام کہا تھا تو ایک حبشی غلام ہی نے ان کا کام تمام کیا اور یہ نصیب نہ ہوا کہ کسی معزز سردار قریش کے ہاتھ سے مارے جاتے۔ اب بتاؤ کون سی چیز ہے جس کا قصاص حمزہ سے نہ لیا گیا ہو۔ اونٹنیوں کا جگر کھانے والی بھی ایک مغنیہ تھی اور حمزہ کا جگر کھانے والی بھی ایک گانے والی تھی جو میدانِ احد میں وہ مشہور گیت گاتی پھرتی تھی جس کا پہلا شعر یہ ہے

نَحْنُ بَنَاتُ الطَّارِقِ نَمْشِي عَلَى النَّمَارِقِ

ہاں چونکہ وہ ہمارا محبوب بندہ تھا ہم نے اس قصاص کو بھی ایک عزت کی شکل دے دی۔ اس کا احد میں مارا جانا اس کے سید الشہداء مشہور ہونے کا باعث ہوا اور باقی باتیں جو مرنے کے بعد اس سے کی گئیں ان سے بھی اُسے کوئی تکلیف اور اذیت نہ ہوئی، نہ مثلہ ہونے کی، نہ کلیجہ نکالنے کی اور نہ کلیجہ چبانے کی۔ پس ہم نے ایک ایسی عزت والی مغفرت کی چادر اس پر اوڑھا دی جس کی وجہ سے اس کے مدارج بھی بلند ہو گئے اور تمہارا دعویٰ قصاص بھی پورا ہو گیا۔ اب اسے لے جاؤ اور جنت میں اس کے بھتیجے کے پاس ہی اس کا

مقام بھی بنا دو۔ ہم اس سے راضی ہیں اور وہ ہم سے

(۳۳)

یہ فیصلہ سُننے کے بعد ہم آگے بڑھے۔ ایک مسلمان کو دیکھا کہ اس کا ہر عمل عیب دار تھا اور سوائے اس کے اس نے شرک نہیں کیا تھا۔ باقی ہر طرح اس کی زندگی گنہگارانہ تھی۔ قریب تھا کہ جہنم کے فرشتے اسے کھینچ کر لے جائیں کہ یہ پُر رعب و پُر شوکت آواز فضا میں بلند ہوئی۔

مَنْ عَلِمَ اَنِّیْ ذُوْقُدْرَتِهٖ عَلٰی مَغْفِرَةِ الذُّنُوْبِ
غَفَرْتُ لَهٗ وَلَا اُبَالِیْ مَا لَمْ یُشْرِكْ بِیْ شَیْئًا

اور یہ شخص گو بڑا گنہگار ہے مگر اسے ہمیشہ یہ یقین تھا کہ میرا خدا غفور الرحیم ہے پس اس یقین کی وجہ سے میں اسے بخشتا اور جنت میں داخل کرتا ہوں۔

اس کے ساتھ ہی ایک دوسرا آدمی کھڑا تھا جس کے نامۂ اعمال میں پہلے ورق سے آخر ورق تک نافرمانیاں اور غفلتیں ہی غفلتیں لکھی تھیں، لیکن ہر صفحہ پر اس کے ایک دو استغفار بھی ضرور لکھے ہوتے تھے جو گناہ ہے بگاہے خدا سے مانگ لیا کرتا تھا۔ حکم ہوا کہ میں نے اپنے اس بندے کے سب گناہ اس کے استغفاروں کی وجہ سے محو کر دیئے۔

(۳۴)

پھر ایک اندھے کی بابت جھگڑا شروع ہوا۔ بارگاہِ الٰہی کی طرف سے حکم آیا کہ ہم نے اس کی دو نہایت پیاری عزیز آنکھیں لے لیں۔ اب یہ مستحق ہے کہ ہم اس کی مغفرت کریں۔

(۳۵)

آگے چل کر لا انتہا بیماروں اور مصیبت زدہ مفلسوں کا ایک جم غفیر تھا جن کے لئے یہ حکم ہوا کہ جن لوگوں کی مغفرت کا مجھے خیال ہوتا ہے ان کو میں دنیا سے رخصت نہیں کرتا۔ جب تک ان کے ایک ایک گناہ کے بدلے ان کو جسمانی امراض اور رزق کی تنگی دے کر انہیں جنت میں جانے کے قابل نہیں بنا لیتا۔

لَا اُخْرِجُ اَحَدًا مِنَ الدُّنْيَا اُرِيْدُ اَغْفِرُ لَهٗ حَتّٰى اَسْتَوْفِيَ كُلَّ خَطِيْئَةٍ فِيْ عُنُقِهٖ بِسُقْمٍ فِيْ بَدَنِهٖ وَاِقْتَارٍ فِيْ رِزْقِهٖ۔

خاکسار بھی چونکہ اپنے بچپن کے زمانہ سے ہمیشہ بیماری میں مبتلا رہا ہے اس لئے یہ ارشاد سُن کر بے حد خوش ہوا اور اپنی سب تکالیف مجھے راحت نظر آنے لگیں۔ تھوڑی دیر بعد میں نے غفران سے کہا۔

"بھائی! بہت کچھ نمونہ جناب الٰہی کی مغفرت کا میں نے دیکھ لیا۔ یہاں کا معاملہ تو ایک بحرِ ناپیدا کنار ہے۔ اور میں اب تھک بھی گیا ہوں۔ اب تو مجھے واپس لے چل۔ چنانچہ ہم واپس ہوئے۔ مگر راستہ میں میری تکان کو دیکھ کر اس نے مجھے باتوں میں مصروف رکھا اور بتایا گیا کہ مغفرت کی بعض وجوہ اور اسباب کیا ہیں چنانچہ مختصراً عرض کرتا ہوں۔

۱۔ یہ کہ کوئی شخص خواہ اس کا کتنا ہی ایمان ہو یا کتنے ہی اعلیٰ عمل ہوں ابدی جنت اور دائمی مغفرت کا وارث صرف اپنی کوشش کی وجہ سے نہیں ہو سکتا بلکہ یہ سب چیزیں جاذب فضلِ خدا ہیں۔ پس اصل چیز فضلِ الٰہی ہے اور کسی انسان کی نجات عمل پر نہیں بلکہ فضل پر موقوف ہے۔

۲۔ دوسرا اصل یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ بڑا ہی نکتہ نواز ہے۔

۳۔ تیسرا یہ کہ وہ بالارادہ غفور الرحیم ہے اور جو چاہتا ہے کرتا ہے کسی کو بے حساب بخشتا ہے اور کسی کو ہلکا سا حساب لے کر، اور کسی سے پورا حساب مانگتا ہے۔

۴۔ اس کا رحم ہمیشہ اس کے غضب پر غالب ہے۔

۵۔ اس کی سب سزائیں بھی کسی حکمت، مصلحت اور اصلاح پر مبنی ہیں نہ کہ خفگی اور غصہ پر۔ یہاں تک کہ جہنم بھی ایک شفا خانہ ہے اور عارضی ہے نہ کہ دائمی۔

۶۔ تمام مخلوقات میں کوئی ایک شخص بھی ایسا نہیں جو کسی کا کوئی گناہ بخش سکے گناہوں کی بخشش صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی سے مخصوص ہے۔

اِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا اللّٰهُ

۷۔ اس کی درگاہ ظلم کے عیب سے بالکل پاک ہے۔ وہاں یا تو رحم ہے یا انصاف ہے یا مناسب سزا۔

۸۔ نیکی کا بدلہ نیک ہے بلکہ بہت بڑھ کر ملتا ہے۔ بدی کی سزا بڑھا کر نہیں بلکہ اتنی ہی دی جاتی ہے۔ اگر کوئی نیکی کی صرف نیت کرے تو اس نیت کا اجر بھی ملتا ہے لیکن بدی کی نیت کرے اور کر نہ سکے تو کوئی سزا نہیں۔ اور اگر بدی کا ارادہ کر کے پھر بدی کرنے سے پہلے ہی اس سے باز آجائے تو پھر نیکی محسوب ہوتی ہے نہ کہ بدی۔

۹۔ استغفار کی دُعا بارگاہ الٰہی میں ہاتھوں ہاتھ لی جاتی ہے۔

۱۰۔ کوئی دوسرا شخص کسی کے لئے مغفرت کی دُعا کرے تو وہ نہ صرف اسی شخص کے لئے مقبول ہوتی ہے بلکہ دُعا کرنے والا بھی برابر کی مغفرت کا حصہ پاتا ہے اور زندوں کا بہترین ہدیہ مردوں کے لئے استغفار ہی ہے۔

۱۱۔ غفور الرحیم خدا نے بے انتہا فرشتے عالمین کے ہر گوشہ اور کونہ کونہ میں بٹھا رکھے ہیں اور ایک نہایت معزز اور مقرب طبقہ ملائکہ کا اپنے عرش کے گرد مقرر کیا ہے تاکہ وہ ہر وقت انسانوں کے لئے مغفرت کی دُعا اور سفارش کرتے رہیں۔ خدا تعالیٰ مغفرت کرنے سے نہیں ہچکچاتا خواہ کسی مومن کے گناہ پہاڑ جتنے ہوں یا آسمان تک ہوں اور ہر روز لاانتہا گناہ انسانوں کے اس غفور الرحیم کے فضل و کرم سے یونہی معاف ہوتے رہتے ہیں۔

۱۲۔ آخرت میں تمام انبیاء خصوصاً سرتاج انبیاء حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم بلکہ دیگر جملہ مقربین بھی شفاعت کا اذن پائیں گے اور لاتعداد مخلوق ان کی شفاعت سے بخشی جائے گی اور نہ صرف بزرگوں اور نیکوں بلکہ قرآن مجید اور اس کی سورتوں کی سفارش

اور شفاعت بھی گنہگاروں کی مغفرت کرائے گی۔

۱۳۔ بالآخر وہ غفور الرحیم یہ کہہ کر اپنا ہاتھ جہنم میں ڈالے گا۔ کہ سب شفاعت کرنے والے اپنی اپنی شفاعت کر چکے، اب مجھ رحمان، حنان، منان کی شفاعت کی باری ہے یہ کہہ کر وہ باقی ماندہ سب سزا یافتوں کو نکال لے گا جہنم اپنے سکان سے خالی ہو جائے گا۔ اور رحمت الٰہی کی نسیم اس کے دروازوں کو کھڑکھڑائے گی۔ اور فرعون اور ابوجہل تک بھی ایک محدود زمانہ کے بعد بخشے جائیں گے اور اس غفور الرحیم کی مغفرت کی چادر میں لپٹے ہوئے نظر آئیں گے۔ جہنم تبھی تک مجرم کو اپنے اندر رکھے گی جب تک کہ اس کی اصلاح نہ ہو جائے۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حَتّٰٓی اِذَا ھُذِّبُوْا وَنُقُّوْا یعنی جونہی تہذیب، اخلاق اور پاکیزگی قلب وہاں مجرم کو حاصل ہو گئی اور وہ اس قابل ہو گیا کہ جنتیوں کے ساتھ مل کر یکساں اخلاق و نیکی اپنی زندگی وہاں پُرامن طور پر بسر کر سکے اسی وقت وہ جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔

۱۴۔ بعض لوگ اس وسوسہ میں پڑے ہوئے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ماں باپ سے بھی زیادہ شفیق ہے تو پھر کیوں وہ ان کو دوزخ میں ڈالے گا۔ سو اس کی حقیقت یہ ہے کہ جہنم تو دراصل معاند مشرکین، سخت ترین مفسدین اور خدا و رسولؐ کا مقابلہ کرنے والوں کے لئے ہی ہے۔ ماں باپ بھی جب ان کی اولاد متمرد اور سرکش ہو جائے تو ان سے بیزار اور ان کے دشمن ہو جاتے ہیں۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا یُعَذِّبُ مِنْ عِبَادِهٖ اِلَّا الْمَارِدَ الْمُتَمَرِّدَ الَّذِیْ یَتَمَرَّدُ عَلَی اللّٰهِ وَاَبٰی اَنْ یَّقُوْلَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔

ایسے لوگوں کے سوا گنہگاروں کے ساتھ جو سلوک یہاں ہو رہا ہے وہ تو تُ نے آج خود دیکھ ہی لیا ہے۔

فَسُبْحَانَ اللّٰهِ عَمَّا یَصِفُوْنَ (المؤمنون : ۹۲)

اعمال صالحہ

ان باتوں کے سوا جو تیری نظر سے گزریں اور ہزاروں طریقے مغفرت الٰہی کے اجراء کے ہیں۔ اور لاکھوں اعمال ایسے ہیں جن کو حضرت غفور الرحیم پسند کر کے اس شخص پر اپنی مغفرت کا نور چڑھا دیتے ہیں۔ کہیں نماز روزہ، اخلاق پسندیدہ، بزرگوں کو خوش رکھنا، والدین کی اطاعت، خاوند کی فرمانبرداری، یتیموں کی پرورش، صدقہ و خیرات، توبہ استغفار، تبلیغ، ذکر الٰہی، خشیۃ اللہ اور تقویٰ، خدا تعالیٰ پر امید رکھنا، کبائر سے بچتے رہنا۔ بزرگوں کا ادب کرنا دوسروں کے قصور معاف کرنا اللہ تعالیٰ سے محبت رکھنا، احسان، بکثرت اور محبت کے ساتھ درود پڑھنا، اخلاص، جہاد، قربانیاں، تلاوت قرآن مجید وغیرہ۔

غرض تمام اچھے طریقے بلکہ اور جملہ نیک اعمال مومنوں کے لئے مغفرت کو جذب کرتے ہیں اور بعض دفعہ اس درگاہ کی نکتہ نوازی ہی انسان کی بخشش کا موجب ہو جاتی ہے۔ تیرا پھر کبھی ادھر آنا ہو گا تو باقی مضمون تجھے سناؤں گا۔"

غفران کی باتیں ابھی ختم نہیں ہوئی تھیں کہ وہی بڑا دروازہ جس سے ہم میدانِ محشر میں داخل ہوئے تھے نظر آنے لگا۔ اسے دیکھتے ہی جو ربودگی مغفرت الٰہی کے نشہ کی مجھ پہ مستولی تھی وہ جاتی رہی اور میں بیدار ہو گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ گھر میں اپنے پلنگ پہ کاغذ قلم لئے یہی مضمون لکھ رہا ہوں۔ مگر میں نے اپنے پورے ہوش میں صرف یہ آخری فقرہ لکھا کہ

آخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ